﴾......پیش لفظ......﴿

اداریہ کسی بھی اخبار یا رسالے کا اہم حصہ ہوتا ہے۔اس میں کسی اخبار یا رسالے کا مدیر اپنی رائے کا آزادانہ طور پر اظہار کرتا ہے بعض اوقات مدیر کے علاوہ اخبار یا رسالے کے مالک اور ناشر کی رائے بھی تحریر ہوتی ہے۔دراصل اداریہ ہی کے ذریعے اخبار یا رسالے کی بے باکی اور آزادانہ رائے کا پتہ چلتا ہے۔اس کے علاوہ اداریہ میں مدیر کی ذاتی رائے کے علاوہ اہم خبروں کا تجزیہ بھی ہوتا ہے اور مختلف مسائل پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ کچھ معاملات پر رائے زنی بھی کی جاتی ہے اور بعض معاملات کی توضیح کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ کسی فیصلے کی کامیابی یا ناکامی کا تجزیہ بھی کیا جاتا ہے۔حقیقت میں اداریہ اخبار اور حالات حاضرہ کا آئینہ ہوتا ہے اداریہ عام طور پر پیچیدہ مسائل کو اپنے انداز سے پیش کر کے سہل بناتا ہے۔بعض اوقات اداریوں میں مدیر کسی موضوع کا پس منظر بیان کرتا ہے اور کسی مسئلے پر صلاح ومشورہ دیتا ہے۔اداریہ میں مدیر اپنی علمی وسعت دانشوری اور مختلف مسائل پر دسترس کا مظاہرہ کرتا ہے ۔ چونکہ مدیر عصری معاملات ومسائل کا نباض ہوتا ہے۔اس لئے اداریہ میں نبض شناسی کے بعد مدیر علاج تجویز کرتا

ہے۔

حقیقت میں اداریہ میں مدیر وہی بات کہتا ہے جو عام لوگ کہتے ہیں لیکن اس میں مدیر کا انداز بیان نرالا ، دلچسپ اور پرُ اثر ہوتا ہے ۔ اداریہ عام قاری کو مدنظر رکھ کر لکھا جاتا ہے اور حالات واقعات و دورحاضرہ پر گہری نظر اور دسترس رکھنے والے کو ذہن میں رکھ کر لکھا جاتا ہے اور قاری سے بھی مدیر یہی توقع کرتا ہے کہ وہ اِسے قدر کی نگاہوں سے دیکھے گا۔ اداریہ نویس کو زبان و بیان ، حالات وواقعات ، مسائل ومعاملات ، زور فہمی اور قوتِ فیصلہ وغیرہ پر عبور ہونا چاہیئے ۔ اداریہ نگاری میں مدیر کو اظہار کرنے کی آزادی ہوتی ہے اور وہ سرکاری یا غیر سرکاری موضوعات وعصری زندگی کے کسی بھی واقعہ کو زیر بحث لا کر اداریہ لکھ سکتا ہے۔ بعض اداریہ نگار علمی، ادبی ، سماجی ، سیاسی ، معاشی، اقتصادی، سرکاری، نیم سرکاری اور نجی موضوعات پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں مقامی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر متعدد اخبارات ورسائل اور میگزین شائع ہوتے رہے ہیں جن میں مقامی، ملکی اور عالمی موضوعات پر اداریے لکھے جا رہے ہیں ۔ موجودہ دور میں جن اخبارات ورسائل نے اردو زبان وادب میں اپنی خاص پہچان بنائی ہے ان میں تہذیب الاخلاق، خیر خواہ ہند، سراج الاخبار، لکھنؤ اخبار، صداق الاخبار، کوہ نور، تسلسل، اردوے معلٰی، زمیندار، عصمت ، البلاغ، انقلاب، ہمدم، صدق جدید، قومی آواز ، صدائے عام، شیرازہ، ادبیات وغیرہ اہم ہیں ان کے اداریہ نہ صرف اردو زبان وادب میں بلکہ غیر اردو ادب میں بھی معیاری حیثیت رکھتے ہیں۔

ان میں ''تہذیب الاخلاق'' سرسید احمد خان کا جاری کردہ رسالہ تھا۔ یہ رسالہ سرسید نے اپنی اصلاحی اور تعلیمی تحریک کو عام کرنے اور مسلمانوں میں جدید تہذیب کی روشنی میں سماجی اور معاشرتی شعور پیدا کرنے کی غرض سے متعدد تدابیر اختیار کیں۔ان میں سے ایک اہم اور عہد ساز تدبیر رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کا جاری کرنا تھا۔دراصل اس رسالے کا مقصد ایک یہ بھی تھا کہ اردو نثر و اردو زبان کو تصنع ،فضول ،عبارت آرائی ،لفاظی اور مغالبہ آرائی سے نجات دلائی جائے ۔ جہاں تک اس رسالے کے اداریوں کا تعلق ہے تو ان اداریوں نے بھی سرسید کی سوچ وفکر کوموضوع بنایا بلکہ جدید دور میں مزید مثبت سوچ کے ساتھ اس کا دائرہ وسیع ہوگیا ہے اور ان اداریوں کے موضوعات کا دامن بھی بڑا ہوتا جا رہا ہے۔

میری یہ دلی خواہش تھی کہ ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور ان کے قلم کاروں کے علمی و ادبی اور دیگر کارناموں کے بارے میں جانکاری حاصل کی جائے ۔ چنانچہ موضوع کا انتخاب کرتے وقت جب میں نے یہ اپنی بات شعبہ اُردو جموں یونیورسٹی کی ڈی آرسی کمیٹی کے سامنے رکھی تو مجھے ''تہذیب الاخلاق کے اداریوں کا تنقیدی مطالعہ (۱۹۸۰ء کے بعد)'' پر کام کرنے کا موقعہ دیا گیا۔جسے میں نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے ہوئے دلی خوشی سے قبول کرلیا اور میرے نگراں ڈاکٹر چمن لال بھگت مقرر ہوئے۔

''تہذیب الاخلاق کے اداریوں کا تنقیدی مطالعہ (۱۹۸۰ء کے بعد)'' میرے تحقیقی مقالے کا عنوان ہے جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

میرے تحقیقی مقالے ''تہذیب الاخلاق کے اداریوں کا تنقیدی مطالعہ (۱۹۸۰ء کے

بعد)‘‘ کا پہلا باب اداریہ نگاری کا تعارف ومفہوم کے متعلق ہے۔اس باب کے پہلے حصّے میں اداریہ کی مکمل تعریف،اس کے اجزاواس کی خصوصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے جب کہ اس باب کے دوسرے حصے میں اداریہ نگاری کے متعلق مختلف محققین کے اقوال بیان کئے گئے ہیں جس سے اداریہ کے معنی مثالیں دے کر قاری کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں رسالہ ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے مختلف ادوار کے متعلق بات کی گئی ہے۔ پہلا دور۱۸۷۰ء سے ۱۸۹۷ء تک کا رکھا گیا ہے جب کہ دوسرا دور۱۹۸۲ء سے دور حاضر تک کا ہے۔ساتھ ہی تیسرے حصے میں اس رسالے کے کون کون سے موضوعات رہے ہیں ان پہ بھی بحث کی گئی ہے۔تیسرے باب میں تہذیب الاخلاق کے اداریوں کا تنقیدی مطالعہ۱۹۸۲ء کے بعد پیش کیا گیا ہے جس میں اس رسالے کے اداریوں کی خوبیاں وخامیاں سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ساتھ ہی تہذیب الاخلاق کے اداریوں کا اردو زبان وادب میں کیا فروغ رہا ہے۔اس کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

چوتھا باب عصر حاضر میں’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے اداریوں کی اہمیت وافادیت کے متعلق ہے یقیناً تہذیب الاخلاق کے اداریوں کی اہمیت وافادیت نہ صرف سرسید کے دور میں اہم تھی بلکہ موجودہ دور میں بھی ان اداریوں کی معنویت اور بڑھ گئی ہے۔اس باب کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلے حصے میں۱۹۸۲ء کے بعد اداریوں کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے دوسرے حصے میں اہم اداریوں کا خصوصی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔جبکہ تیسرے حصے میں تہذیب الاخلاق کے اداریوں کی انفرادیت کو پیش کیا گیا ہے۔

پانچویں باب میں حاصل مطالعہ بیان کیا گیا ہے۔اس باب میں اداریہ کی تعریف سے لے کر ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے اداریوں تک مکمل تبصرہ کیا گیا ہے جس سے ان اداریوں کی اہمیت نہ صرف اردو زبان وادب تک ممکن ہے بلکہ غیر اردو وادب میں بھی یہ اہم نام کما چکے ہیں جن کو پڑھنے و سمجھنے کی ضرورت ہے اور لوگ ان اداریوں کو ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں۔اس باب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ تمام ابواب کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔

آخر میں ان تمام کتابوں ورسائل کی فہرست بھی درج ہے جو اس مقالے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوئے۔سب سے پہلے میں بھگوان کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے اتنی اچھی صحت مند زندگی گزارنے کا موقع ملا اور کسی قسم کی پریشانی میں مبتلا نہیں ہوں جس کے چلتے میرا یہ تحقیقی سفر پورا ہوا

میں اپنے نگراں ڈاکٹر چمن لال بھگت کا بھی دل کی عمیق گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود میری رہنمائی ورہبری کی۔مجھے نہ صرف انہوں نے اس موضوع پر کام کرنے کی صلاح دی بلکہ وقت وقت پر میری سربراہی بھی کی۔ڈاکٹر چمن لال بھگت نہ صرف اچھے انسان واستاد ہیں بلکہ ریاست جموں وکشمیر کی مشہور سیاسی جماعت کے Popular leader بھی ہیں انہوں نے میرے اس تحقیقی سفر کے دوران میری جس قدر مدد کی میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ ان کا شکریہ ادا کرسکوں۔میں ڈاکٹر چمن صاحب کے علاوہ ان تمام شعبے کے اساتذہ اور غیر تدریسی عملے کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے میرے اس مقالے کے دوران کسی قسم کی روکاٹ محسوس نہیں ہونے دی۔

میں علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر صغیر افراہیم صاحب کا بھی دل کی عمیق گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے نہ صرف موضوع کے متعلق مواد فراہم کروایا بلکہ موضوع کے علاوہ بھی میرے ان سے بہت سارے بحث ومباحثے تحقیقی سفر کے دوران ہوتے رہے جس سے مجھے یہ مقالہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مدد ہوئی۔

میں اپنے والدین و کنبے کے ہر افراد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں مجھے اعلی تعلیم حاصل کرنے کی طرف راغب ہی نہیں کیا بلکہ تحقیقی سفر کے دوران اپنے نیک مشوروں سے بھی نوازتے رہے۔ میں ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس مقالے کو تیار کرنے کے لئے مواد کی فراہمی میں میری مدد کی۔

آخر میں اپنے اُن عزیز دوستوں میں پاون شرما، جسونت سنگھ، روی راجن، روی کمار، راکیش کمار، سنجے بھگت، سنجے کمار، اوتار سنگھ، اشفاق احمد، ارشد بٹ، ارشد خان، نصیب علی چودھری، پرشوتم پال سنگھ، وکرم مڈیال، جوگندر کمار، جے وی منہاس، ذاکر احمد، الطاف احمد، قیوم ملک، اعجاز شاہ، سنجیو کمار، اشرف ملک، رشی رانا، شکور احمد، جیلانی احمد، افتخار چودھری امردیپ لوریا، پونم جوجرہ وغیرہ کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس تحقیقی مقالے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری کسی نہ کسی طرح سے مدد کی۔

مسعود کا بھی خصوصی طور پر شکر گزار ہوں جنہوں نے اس مقالے کی کمپوزنگ کا کام نہایت ہی دلچسپی و لگن سے کیا۔ بہر حال ایک بار پھر سے میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جو میرے اس تحقیقی سفر کے دوران میرے ساتھ کسی نہ کسی طرح سے رہے۔ میں ان تمام دوستوں و افراد

سے بھی معافی چاہتا ہوں کہ جن کا نام یہاں اس مقالے میں نہ لے سکا۔

زُلفی رام
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر
شعبہ اُردو جموں یونیورسٹی

☆☆☆☆☆☆☆